حاجی محمد انور بٹ

سید حبیب مرحوم ------ ایک صحافی، ایک مجاہد

برصغیر میں تحریکِ آزادی جن مسلمان رہنماؤں کی جاں گداز قربانیوں سے پروان چڑھی۔ ان میں ایک معتبر نام سید حبیب کا ہے۔ اُس دور میں کہ، جب آزادی کا نام لینا جرم تھا اور قدم قدم پر مصائب تھے۔ سید حبیبؒ ہر آزمائش میں کندن بن کر نکلے۔ وہ اپنے دور کے نہایت بے باک مسلمان صحافی تھے۔ اُن کے اخبار روزنامہ ''سیاست'' کی پیشانی بجا طور پر اس شعر سے مزین ہوتی تھی کہ

باطل سے دبنے والے اے آسماں نہیں ہم   سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

سید حبیبؒ کے آباؤ اجداد مظفر آباد (آزاد کشمیر) کے رہنے والے تھے۔ وہ نقل مکانی کر کے ہری پور ہزارہ میں سکونت پذیر ہوئے۔ بعد ازاں جلالپور جٹاں میں آباد ہو گئے۔ سید حبیب نے سکاچ ہائی سکول وزیر آباد سے میٹرک پاس کیا اور پھر ایک سکول میں مدرس مقرر ہو گئے۔ کچھ عرصہ بعد فوج میں بھرتی ہو کر ہانگ کانگ چلے گئے لیکن جلد ہی نوکری سے جی اُچاٹ ہو گیا اور ایک فرنگی افسر سے لڑ جھگڑ کر نوکری چھوڑ کر ایک بحری جہاز کے ذریعے سے کلکتہ پہنچ گئے۔ یہاں انہوں نے ایک اخبار ''صداقت'' کی ادارت سنبھالی۔ یہ اخبار زیادہ دیر نہ چل سکا تو آپ نے ایک اور اخبار ''نقاش'' جاری کیا۔ انہی دنوں کانپور مچھلی بازار کی ایک مسجد کو سڑک وسیع کرنے کے سلسلہ میں انگریزی حکام کی اجازت سے شہید کر دیا گیا۔ مولانا سید حبیب نے ''نقاش'' میں اس کے خلاف ایک زبردست مقالہ لکھا، جس پر اخبار بند کر دیا گیا۔ سید حبیبؒ نے ایک اور اخبار ''رہبر'' کا ڈیکلریشن حاصل کر لیا لیکن یہ اخبار بھی ضبط کر لیا گیا اور سید حبیبؒ نظر بند کر دیئے گئے۔ رہائی کے بعد آپ لاہور تشریف لے آئے اور ''کشمیری میگزین'' نامی ہفت روزہ کے مدیر مقرر ہوئے۔ ۱۹ مارچ ۱۹۱۹ء کو انہوں نے روزنامہ ''سیاست'' جاری کیا جو ایک عرصہ تک بار بار دشمنی کی پاداش میں بند ہوتا رہا، اور پھر نکلتا رہا۔

مولانا کی تحریر میں تلوار کی سی تیزی تھی۔ ایک دفعہ جالندھر کے ایک ہندو نے ایک غلط خبر ''سیاست'' کو بھیج دی، جو شائع ہو گئی۔ حکومت نے مراسلہ نگار کا پتہ چلانے کی بے حد کوشش کی لیکن سید حبیب نے سزا کاٹ لی لیکن یہ نہ بتایا کہ غلط خبر انہیں کہاں سے ملی ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان پوسٹ مین نے اپنے ہندو انسپکٹر کے خلاف مراسلہ شائع کرایا۔ انسپکٹر نے ہتکِ عزت کا دعویٰ دائر کیا۔ اس نے سید حبیبؒ سے کہا کہ میں مقدمہ واپس لے لیتا ہوں بشرطیکہ مراسلہ نگار کا نام پتا، بتا دیں۔ لیکن سید صاحب نے اسے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھے پھانسی کے تختے پر چڑھا دیا جائے تو بھی میں اس کا نام نہ بتاؤں گا۔

مسلمانوں کا ایک وفد مولانا ظفر علی خانؒ کی قیادت میں پنجاب کے انگریز گورنر ایمرسن سے ملاقات کرنے گورنر ہاؤس گیا۔ رمضان شریف کا مہینہ تھا۔ باتوں باتوں میں افطاری کا وقت آ گیا۔ اس دوران سید حبیبؒ اور گورنر میں پہلے ہی کسی بات پر تلخ کلامی ہو چکی تھی۔ سید حبیبؒ نے کہا کہ "ہم روزے سے ہیں۔ ہماری افطاری کا بندوبست کیا جائے"۔ گورنر پہلے بھی سے ہی گرم تھا اس نے کہا کہ "وہ سامنے نل سے جا کر پانی سے افطاری کر لو"۔ سید حبیبؒ نے کہا کہ ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ آپ کو مہمان نوازی کے لئے روپیہ ملتا ہے، وہ کہاں ہے؟ گورنر نے کہا "تم پوچھنے والے کون ہو؟"۔ شاہ صاحب نے کہا کہ ہم قوم کے نمائندے ہیں۔ رقم ہماری جیبوں سے ٹیکس کی صورت میں جاتی ہے اور میں پوچھنے کا حق رکھتا ہوں۔ گورنر نے کہا کہ "میں جواب دینے کو تیار نہیں ہوں" مولانا ظفر علی خانؒ نے سید حبیب کو کئی دفعہ روکا کہ "سید صاحب! چھوڑیئے! لیکن سید صاحب کب چھوڑنے والے تھے۔ نتیجہ یہ کہ گورنر اٹھ کر چلا گیا۔ شاہ صاحب اپنے دفتر میں آئے اور پوری تفصیل سے سارا واقعہ "سیاست" میں شائع کر دیا اور اس کا عنوان رکھا "بدتمیز گورنر"۔ دوسرے دن حکومت پنجاب کی طرف سے ایک پریس نوٹ جاری ہوا۔ سید حبیبؒ نے اس خبر کا عنوان دیا "گورنر نے جھوٹ بولا" حکومت نے، مارد گر سید صاحب کے الزامات کو جھٹلایا تو اگلے روز سید صاحب نے شذرہ لکھا..... "گورنر نے پھر جھوٹ بولا"!

لاہور کے ایک ڈپٹی کمشنر نے سید حبیبؒ کو نیچا دکھانے کی ٹھان رکھی تھی۔ اس نے شاہ صاحب کے خلاف کئی مقدمے قائم کئے۔ جونہی شاہ صاحب کو کسی مقدمے میں قید کی سزا دی جاتی، وہ قانونی تقاضے پورے کر کے ضمانت پر باہر آ جاتے۔ اور پھر فوراً ہی کسی دوسرے مقدمے میں دھر لئے جاتے۔ شاہ صاحب جھکنے کا نام نہ لیتے اور دوبارہ باہر آ جاتے۔ اس سے حکومت کی بہت بدنامی ہوتی۔ آخر کار بدنامی کی وجہ سے حکومت نے ڈپٹی کمشنر کو تبدیل کر دیا۔

سید حبیبؒ نے سر سکندر حیات وزیر اعظم پنجاب کے خلاف ایک طویل مضمون شروع کیا۔ اس کی کئی اقساط شائع ہوئیں، جس کا عنوان تھا "الیگزینڈر..... کاٹھ کا الو"۔ سید حبیبؒ بڑے ضدی واقع ہوئے تھے۔ وہ جب کسی کی مخالفت کرتے تو بہت بری طرح لتے لیتے اور کسی کا مشورہ قبول نہ کرتے۔ سب دوستوں نے کہا کہ شاہ صاحب! آپ نے بیک وقت صوبے کے تین بڑے حاکموں گورنر ایمرسن، وزیر اعظم سر سکندر حیات اور چیف جسٹس ینگ کے خلاف لکھنا شروع کر رکھا ہے، یہ درست نہیں۔ لیکن شاہ صاحب نے فرمایا "میں اپنا نفع نقصان خوب جانتا ہوں۔ مجھے کسی مشورے کی ضرورت نہیں۔ چنانچہ حکومت پنجاب نے تنگ آ کر دس ہزار روپے کی ضمانت طلب کر لی، جو سید حبیب ادا نہ کر سکے اور ان کا اخبار "سیاست" ہمیشہ کے لئے بند ہو گیا۔ اس کے بعد انہوں نے "منشور"، "پیغامِ جدید" اور "غازی" جاری کئے، لیکن روزنامہ "سیاست" جیسی شہرت حاصل نہ کر سکے۔

سید حبیب کی سیاسی زندگی کا آغاز خلافت کمیٹی سے ہوا، لیکن آپ بہت جلد اس سے الگ ہو کر "جمعیت خدام

الجر مین'' میں شامل ہو گئے۔ جس کا پہلا اجلاس بریڈ لاء ہال، لاہور میں ہوا۔ اس اجلاس میں پیر سید جماعت علی شاہ، مولانا حسرت موہانی، سر میاں محمد شفیع، راجہ صاحب محمود آباد، شیخ صادق حسن، حکیم معراج الدین احمد، مولانا بہاء الحق قاسمی، اور سید حبیب نے شرکت کی۔ یہ جمعیت زیادہ دن نہ چلی۔ تب سید صاحب نے کانگریس میں شمولیت اختیار کر لی لیکن انہوں نے مسلم مفادات سے کبھی انحراف نہیں کیا۔ جب مسجد شہید گنج کے انہدام کا سانحہ ہوا تو سید صاحب نے اس تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ یہاں تک کہ آپ نے زندگی میں پہلی بار مولانا ظفر علی خانؒ سے بھی مفاہمت کی۔ سانحہ جلیانوالہ باغ ہو یا علم الدین شہیدؒ کا مقدمہ، سید حبیب نے کوئی ایسی تحریک نہیں چھوڑی، جس میں انہوں نے حصہ نہ لیا ہو اور گرفتار نہ ہوئے ہوں۔ آخری بار سید صاحب جولائی ۱۹۴۱ء میں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے تحت حکومت برطانیہ اور حکومت افغانستان کے تعلقات ''خراب'' کرنے کی پاداش میں گرفتار ہوئے۔ انہیں راجن پور جیل میں رکھا گیا اور ۱۹ مئی ۱۹۴۴ء کو رہا کیا گیا۔

سید صاحب نے اپنی زندگی کے تیس قیمتی سال قید و بند کی صعوبتوں میں گزار دیئے۔ ان کے اخبار ضبط ہوئے، لیکن انگریز اس مردِ درویش کو کبھی نہ جھکا سکا۔ مرحوم عبدالمجید سالک اپنی کتاب ''یارانِ کہن'' میں رقم طراز ہیں کہ

''سید صاحب نہایت محنتی، جفاکش، باہمت دوستوں کے مخلص دوست اور دشمنوں کے سخت دشمن واقع ہوئے تھے۔ مشکلات و مصائب سے ہرگز پریشان نہ ہوتے تھے۔ بڑے سے بڑے افسر اور بڑے سے بڑے لیڈر سے ٹکرا جانے میں تامل نہ کرتے تھے۔ لوگوں کی سفارشیں کرنا، محتاجوں کی امداد کا جتن کرنا، غریب مسلمان نوجوانوں کو ملازمتیں دلوانا اور بعض مظلوموں کے لئے افسروں سے لڑنا سید حبیب کا عام شعار تھا۔

قیامِ پاکستان کے بعد سید حبیب نے اپنے نام سے ''سیاست'' کے اجراء کے لئے بڑی کوشش کی، لیکن تیس برس تک آزادی کے لئے جدوجہد کرنے والا سید حبیب آزادی کے بعد بھی ستم گری کا شکار رہا۔ دیسی انگریزوں نے فرنگی کی لگائی ہوئی بندش توڑنے سے انکار کر دیا اور سید حبیب اپنے نام سے کسی اخبار کی منظوری حاصل نہ کر سکے۔ بلکہ دوسروں کے محتاج رہے۔ دنیائے صحافت کا یہ مردِ مجاہد ۵ ستمبر ۱۸۹۰ء کو جلال پور جٹاں کے محلہ سادھو میں پیدا ہوا، اور ۲۳ فروری ۱۹۵۲ء کو شکستہ دلی اور تنگ دستی کے عالم میں آسودۂ خاک ہو گیا۔ میانی صاحب لاہور کے قبرستان میں محوِ خواب سید حبیب اور ان کے کارناموں کو آج دنیا فراموش کر چکی ہے۔ لیکن ان کے تذکرہ کے بغیر ہماری قومی تاریخ بہر حال نامکمل رہے گی؟ ادھوری اور ناقص تاریخ پڑھنے اور پڑھانے والی قوم کا انجام کیونکر اچھا ہو؟ بقول حالی

ع۔　وہ قوم آج ڈوبے گی، گر کل نہ ڈوبی!